تعارف وتبصرہ

قرآن اور قانونِ نکاح وطلاق

جناب سید امین الحسن رضوی

قیمت مجلد =/۷۵ صفحات ، اسلامک بک فاؤنڈیشن ۱۷۸۱ ، حوض سوئیوالان نئی دہلی ۲

دین وملت کے ایک بہترین خادم محترم جناب سید امین الحسن رضوی کا سال رواں میں ۵ر فروری ۱۹۸۲ء کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ ایک سینئر صحافی اور اچھے قانون داں تھے۔ دستورِ ہند اور مسلم پرسنل لا پر بڑی اچھی نظر رکھتے تھے۔ وہ پرسنل لا بورڈ کی عاملہ کے طویل عرصہ تک رکن رہے مسلمانوں کے اجتماعی مسائل خاص طور پر قانونی مسائل سے ہمیشہ دلچسپی لیتے اور اس سلسلے میں جو اعتراضات یا سوالات ابھرتے ان کا بس بھر جواب دینے کی کوشش کرتے اور دوسروں کو بھی متوجہ کرتے تھے۔ جماعت اسلامی ہند اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے تعلق خاطر تھا۔ ادارہ تحقیق وتصنیفِ اسلامی علی گڑھ کے تاسیسی رکن تھے۔ اس کی نشستوں میں بڑی پابندی سے شریک ہوتے اور اس کے مسائل سے خاص دلچسپی لیتے۔ اس عاجز سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ میں خود بھی بہت قرب محسوس کرتا تھا۔ جب بھی ملاقات ہوتی کسی نہ کسی دینی وعلمی موضوع پر تبادلۂ خیال کرتے تھے۔ امین الحسن رضوی صاحب انگریزی اور اردو میں مختلف موضوعات پر لکھتے رہے ہیں۔ ان کی متعدد کتابیں بھی شائع ہوچکی ہیں۔ ان کے انتقال سے چند ماہ قبل ان کی کتاب 'قرآن اور قانونِ نکاح وطلاق' شائع ہوئی۔ اس میں انھوں نے نکاح، مہر، حقِ زوجیت، طلاق، متاعِ طلاق، عدت، خلع، ایلاء، لعان، ظہار اور مطلقہ کے حقوق جیسے مسائل پر اظہارِ خیال کیا ہے اور بعض قانونی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کی بعض فروگزاشتوں پر ان کے برادر عزیز جناب خورشید حسن رضوی صاحب نے انھیں اپنے ایک خط میں توجہ دلائی تھی۔ یہی خط بطورِ تبصرہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ (جلال الدین)

صفحہ ۱۸: آپ نے لکھا ہے " عورت کو بھی اپنے طور پر نکاح کو ختم کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اسے خلع کہتے ہیں"۔

یہ عبارت غلط فہمی پیدا کرنے والی ہے۔ اس معاملہ میں عورت کاملاً خود مختار نہیں ہے۔ پہلے تو اسے شوہر سے Negotiate کرنا ہوتا ہے۔ اگر معاملہ طے نہ ہوسکے تو قاضی (عدالت) کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے۔

صفحہ ۱۹: تشریح میں یہ عبارت آئی ہے " (۳) عورتوں کے حقوق مردوں پر ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر۔۔۔"

اس عبارت سے عورتوں اور مردوں کی مساوات اور ان کے آپسی حقوق کی یکسانیت کا مفہوم متبادر ہوتا ہے۔ یعنی جیسا حق مرد کو عورت پر ہے ویسا ہی حق عورت کو مرد پر حاصل ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ دراصل مولانا تھانویؒ کا ترجمہ ہی کچھ گنجلک ہوگیا ہے۔ آیت کے اس جزو کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا " ان (عورتوں) کے لیے اس کے مثل ہے جو ان پر ہے"۔ یعنی ان عورتوں کے جو حقوق ہیں وہ ان فرائض سے مطابقت رکھتے ہیں جو ان پر عائد ہوتے ہیں گویا بات توازن کی ہے نہ کہ مساوات کی۔ کتاب کے صفحہ ۲۲ پر آپ نے سورہ النساء کی آیت ۳۴ نقل کی ہے۔ اسی پر ایک نظر ڈال لیں تو بات واضح ہوجائے گی۔ بیوی کے لیے لازم ہے کہ قانتہ اور حافظۃ للغیب ہو۔ کیا مرد کے لیے بھی یہی لازم ہے پھر مرد کو اپنی بیوی کی تادیب کا اختیار دیا گیا ہے۔ کیا بیوی کو بھی یہ حق حاصل ہے؟ سید قطب مرحوم کے Feminism سے مرعوب ہونے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ دورِ جدید کے اکثر اسلام پسند بلکہ فدائی بھی مغرب گزیدگی سے کلیتاً محفوظ نہیں رہ سکے ہیں اور مثالیں بھی دی جاسکتی ہیں۔

صفحہ ۲۲: "اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ" میں ایک فطری قانون بیان کیا گیا ہے جس کا اطلاق اس آیت کے سیاق میں شوہر اور بیوی پر ہوتا ہے۔ یہ قانون اپنے اندر ایک ایسا عموم رکھتا ہے جس کی تحدید اس آیت کے سیاق و سباق کے ذریعہ درست نہیں۔ اگر قوامیت کو صرف شوہر اور بیوی کے درمیان ہی محدود کرنا مقصود ہوتا تو آیت کے الفاظ یہ ہوتے " الرجال قوامون علی

نساء ھم" آپ اور آپ کے ہم خیال لوگوں کے ذمہ میرے جیسے جاہلوں کا یہ قرض ہے کہ آپ بتائیں کہ اللہ تعالی نے "نساء ھم" کے بجائے "النساء" کا لفظ آخر کیوں استعمال کیا ہے یا پھر بیویوں کے لیے جو دوسرے عربی الفاظ خود آپ نے تحریر کیے ہیں کیوں استعمال نہیں کیے گئے ؟

صفحہ ۲۴: بیوی کے لیے لفظ "حلیہ" لکھا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے یہ کتابت کی غلطی ہو۔ صحیح لفظ "حلیلہ" ہے جس کی جمع "حلائل" قرآن میں استعمال ہوئی ہے۔

ایک آیت کے الفاظ "للذین یولون"... غلط چھپ گئے ہیں۔ "نساء کم" کے بجائے "نساء ھم" ہونا چاہیے۔

لونڈیوں سے جنسی تعلق

یہ مسئلہ جن آیات میں زیر بحث آیا ہے وہ صفحات ۱۳، ۱۴، ۲۵، ۲۹ اور ۳۶ پر نقل کی گئی ہیں۔ اس بحث میں بار بار لونڈیوں سے نکاح کا ذکر آیا ہے اور یہ بھی صراحت ہے کہ ان سے بغیر نکاح کے بھی جنسی تعلق جائز ہے۔ لیکن یہ بحث اتنی منتشر اور گنجلک ہوگئی ہے کہ مسئلہ کی صحیح صورت واضح نہیں ہوسکی۔

لونڈی کے جنسی استفادہ کی دو شکلیں ہیں (۱) لونڈی کا مالک خود استفادہ کرے (۲) استفادہ کرنے والا کوئی دوسرا شخص ہو جو لونڈی کا مالک نہیں ہے۔

پہلی صورت میں نکاح کا سوال پیدا نہیں ہوتا اِلّا یہ کہ مالک کسی وجہ سے اسے آزاد کرنا چاہے۔ (جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ اور حضرت جویریہؓ کے ساتھ کیا۔ حضرت صفیہؓ کے ساتھ نکاح اس طرح ہوا کہ ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا گیا اور حضرت جویریہؓ کا زرِ مکاتبت بطور مہر ادا کیا گیا۔ ان دونوں صورتوں میں سیاسی مصلحتیں پیشِ نظر تھیں) لونڈی جب تک لونڈی ہے، مالک سے اس کا نکاح نہیں ہوتا۔ مالک اس سے استفادہ کرسکتا ہے خواہ اس کا مذہب کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ چار کے عدد کی پابندی بھی اس میں نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ کہ کوئی ایسا شخص استفادہ کرنا چاہے جو لونڈی کا مالک نہیں ہے۔ ایسے شخص کو لونڈی کے مالک کی اجازت سے نکاح کرنا ضروری ہے۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے جو صفحہ ۲۹ پر آپ نے نقل کی ہے۔ قرآن میں یہ واحد آیت

ہے جس میں اس کا ذکر ہے ۔ اس میں کئی طرح کی پابندیاں ہیں ۔ امام ابوحنیفہؒ کو چھوڑ کر دیگر ائمہ کے نزدیک صرف مومنہ باندیوں سے ہی نکاح کیا جا سکتا ہے جیسا کہ اس آیت میں بیان ہوا ہے ۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اہلِ کتاب باندی سے بھی نکاح ہوسکتا ہے، مگر مکروہ ہے ۔

اگر کوئی غیر شادی شدہ شخص آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت رکھتا ہے تو اس کے لیے باندی سے نکاح ناجائز ہے ۔ صرف امام ابوحنیفہؒ اس کی اجازت دیتے ہیں ۔ جس شخص کی ایک یا زائد آزاد بیویاں موجود ہوں اس کے لیے باندی سے نکاح سب کے نزدیک حرام ہے ۔

آپ نے صفحہ ۲۹ پر سورہ النساء کی آیت ۲۵ کی تشریح کرتے ہوئے یہ جو لکھا ہے کہ "اسلام لونڈی سے بغیر نکاح کے بھی جنسی تعلق قائم کرنے (تمتّع) کی اجازت دیتا ہے" بے محل ہے، اس لیے کہ یہ اجازت صرف مالک کو اپنی لونڈی کے بارے میں ہے اور یہ آیت اس سے متعلق نہیں ہے ۔

صفحہ ۳۰: سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۱ میں مومنین اور مشرکین کے درمیان رشتۂ مناکحت کو ممنوع قرار دیا گیا ہے ۔ اس کی تشریح میں دو رائیں ہیں ۔ ایک تو وہی ہے جسے آپ نے بیان کیا ہے یعنی یہ ممانعت اصلاً تمام غیر مسلمین کو محیط ہے لیکن آگے سورہ المائدہ کی آیت ۵ میں اہلِ کتاب کی عورتوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے ۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس آیت میں صرف مشرکین سے نکاح کی حرمت آئی ہے اور اہلِ کتاب اس میں شامل ہی نہیں ہیں، لہٰذا استثناء کا سوال پیدا نہیں ہوتا ۔ سورہ المائدہ میں جو اہلِ کتاب کی عورتوں کو حلال قرار دیا گیا ہے تو اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے مرد حلال نہیں ہیں ۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے سورہ النساء میں مردوں کو چار شادیوں تک کی اجازت دی گئی اور اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ اس سے زیادہ حرام ہے ۔

میرا رجحان دوسری رائے کی طرف ہے، اس لیے کہ قرآن میں اہلِ کتاب کو کہیں بھی "مشرک" یا "کافر" کہہ کر نہیں پکارا گیا ہے، باوجودیکہ ان کے بعض عقائد و اعمال پر کفر و شرک کا اطلاق کیا گیا ہے ۔ اس آیت میں چونکہ " لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ "

اور "لَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ" کے الفاظ آئے ہیں، اس لیے قرینہ اسی بات کا ہے کہ اس میں اہلِ کتاب شامل نہیں ہیں۔ اس آیت کی شانِ نزول سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، مزید کہ اگر یہ تاویل اختیار کی جائے تو اس میں سورہ المائدہ کی آیت ۵ کے ذریعہ نسخ ماننے کی ضرورت نہیں رہتی۔

صفحہ ۵۰ سورہ الطلاق آیت ۲: اس آیت میں طلاق سے رجوع کے لیے دو عادل گواہ بنانے کا ذکر ہے۔ تشریح میں آپ نے لکھا ہے "مفسرین اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ کوئی قانونی شرط نہیں ہے۔ اس کی حیثیت ترغیبی ہے نہ کہ تحکیمی"۔ لفظ "تحکیمی" یہاں غلط استعمال ہوا ہے۔ تحکیم، ثالثی Arbitration کو کہتے ہیں۔ یوں کہا جا سکتا ہے۔ اس کی حیثیت ترغیب کی ہے حکم کی نہیں۔ دوسرے یہ دعویٰ غلط ہے کہ اس پر مفسرین اور علماء کا اتفاق ہے۔ فقہاءِ اہلِ سنت میں سے "جمہور" کی یہ رائے بیان کی گئی ہے جس کا درجہ اجماع سے بہت کم ہے اور ان کے نزدیک بھی بہتر یہی ہے کہ گواہ مقرر کر لیے جائیں۔ شیعوں کے نزدیک بغیر گواہوں کے نہ تو طلاق ہوتی ہے نہ رجوع۔ اہلِ سنت کے مآخذ (ابوداؤد، سیوطی اور عبدالرزاق) بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے حضرت علیؓ اور عمران بن حصینؓ اور تابعین میں سے امام محمد الباقرؒ، امام جعفر الصادقؒ، عطاء ابن ابی رباحؒ اور ابن جریجؒ کا یہی مسلک تھا۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں جس انداز سے اس کو بیان کیا ہے اس سے ان کا میلان اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن شاید حنفی ماحول کے جبر کی وجہ سے کھل کر نہیں لکھ سکے۔

صفحہ ۵۴ آیت کی کتابت میں غلطی ہو گئی ہے۔ " ان ارتم " چھپ گیا ہے " ان اردتم " ہونا چاہیے۔

میرے خیال میں اس آیت کے اطلاق میں غور و فکر کی گنجائش ہے۔ زمانہ اور عرف کا لحاظ کرنا مناسب ہے۔ کتنے ہی گھرانوں میں یہ رواج ہوتا ہے کہ خاندانی زیور شادی کے وقت ایک بہو کو چڑھایا جاتا ہے۔ جب دوسری بہو آنے والی ہوتی ہے تو وہ پہلی سے واپس لے کر دوسری کو چڑھا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح آڑے وقتوں میں کام آنے کے لیے جمع پونجی عورتوں کے زیور کی شکل میں محفوظ کی جاتی ہے۔

اسے عورتیں استعمال بھی کرتی ہیں لیکن اس کی اصل حیثیت محفوظ دولت کی ہوتی ہے۔ کچھ غیر منقولہ جائداد بھی قانونی مجبوریوں کے تحت عورتوں کے نام کردی جاتی ہے جو "بے نامی" ہوتی ہے۔ ان سب امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

صفحہ ۵۵ سورۂ بقرہ آیت ۲۳۲: آپ نے اس آیت کے ترجمہ پر شبہ کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ شانِ نزول کے لحاظ سے یہ ترجمہ بالکل صحیح ہے۔ حضرت معقل ابن یسارؓ ایک صحابی تھے۔ ان کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی، پھر عدت بھی گزر گئی۔ اب ان کے لیے پیامات آنے لگے تو ان کے سابق شوہر نے بھی پیام دے دیا۔ حضرت معقلؓ ان سے طلاق کے سبب سے ناراض تھے اور اس وجہ سے اس رشتہ کی مخالفت کر رہے تھے۔ یہی قضیہ اس آیت کی شانِ نزول بیان کیا جاتا ہے ورنہ جس معاشرہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اس میں بیوہ یا مطلقہ کا عقدِ ثانی یا ثالث وغیرہ نہ اس دور میں کوئی مسئلہ تھا نہ آج ہے۔ مولانا محمود الحسنؒ نے تو آیت کے الفاظ کا ترجمہ ہی "اپنے انہی شوہروں سے" کیا ہے اس لیے کہ آیت کے الفاظ ہیں "ان ینکحن ازواجھن" اگر الفاظ یہ ہوتے "ان ینکحن من یشئن" تب تو آپ کا اخذ کردہ مفہوم درست ہوتا۔

صفحہ ۶۸ لعان

اس مسئلہ پر آپ کی نسائیت پرستی (Feminism) نے بڑی ناگوار صورتِ حال پیدا کردی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا ہے اس کا ازالہ کس طرح ممکن ہے جبکہ آپ کی کتاب چھپ کر بازار میں آ بھی چکی ہے۔

آپ نے لکھا ہے "اس آیت میں اس صورت حال کا احاطہ کیا گیا ہے کہ صرف شوہر نے اپنی بیوی کو کسی دوسرے مرد کے ساتھ یا صرف بیوی نے اپنے شوہر کو کسی غیر عورت کے ساتھ محوِ اختلاط دیکھا ہو اور دونوں کے پاس کوئی اور گواہ نہ ہو۔"

یہ بالکل غلط ہے۔ لعان کی مشروعیت صرف اور صرف مرد کے اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگانے کی صورت میں ہے۔ اس کی دو شکلیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ اس نے اپنی بیوی کو کسی غیر مرد کے ساتھ اس فعل میں مشغول دیکھا ہو۔

دوسری یہ کہ مرد اپنی بیوی کے حمل یا اس کے بچہ کو اپنا ماننے سے انکار کر دے پہلی شکل میں گواہ نہ ہونے کے باوجود مرد کی غیرت کی رعایت رکھی گئی ہے، دوسری شکل میں بچہ کے نسب کا معاملہ اہمیت رکھتا ہے۔ دونوں ہی باتیں عورتوں کی طرف سے الزام زنا کی صورت میں غیر متعلق ہیں۔ عورت یا تو چار گواہ لائے، یا خاموش رہے ورنہ کوڑے کھائے گی۔ یہ مسئلہ نہایت ہی واضح ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

صفحہ ۱۰۷ سورہ الطلاق آیت ۶:

مطلقہ ماں اگر بچہ کو دودھ پلائے تو اس کے اجر کے تعلق سے بات اس طرح آئی ہے کہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ آپ کے نزدیک دورانِ عدت بھی نفقہ کے علاوہ اجرِ رضاعت بچہ کے باپ پر ہے۔ حالانکہ مسئلہ ایسا نہیں ہے۔ ماں اگر دودھ پلا رہی ہو تو نفقہ عدت اور اجرِ رضاعت ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے۔ (خورشید حسن رضوی)

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی کی ایک اہم پیش کش

مذہب کا اسلامی تصوّر

مولانا سلطان احمد اصلاحی

اس کتاب میں معاملاتِ دنیا سے مذہب کی بے دخلی کے تصور کو اس کے خاص تاریخی تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ کتاب کے پہلے باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ چرچ کے ناقابلِ بیان مظالم کے نتیجے میں یورپ میں چرچ اور اسٹیٹ کی علیحدگی اور مسیحیت سے بے زاری کے ساتھ خود مذہب سے بے زاری پیدا ہوگئی تھی۔ دوسرے باب میں قرآن اور سنت کی روشنی میں اسلام کے مطلوبہ تصوّرِ مذہب کو پورے شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

آفسٹ کی عمدہ طباعت صفحات ۵۹۱۔ قیمت مجلد صرف ۱۰۰ روپے

ملنے کے پتے: ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی، دودھ پور علی گڑھ
مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز۔ ابو الفضل انکلیو۔ نئی دہلی ۲۵